کا احاطہ کر رکھا ہے [۱] اور ہر چیز کی گنتی کا شمار کر رکھا ہے۔ [۲] (۲۸)

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ

سورۂ مزمل مکی ہے اور اس میں بیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ ١

اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ [۳] (۱)

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ٢

رات (کے وقت نماز) میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم۔ (۲)

نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ ٣

آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لے۔ (۳)

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ ٤

یا اس پر بڑھا دے [۴] اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر (صاف) پڑھا کر۔ [۵] (۴)

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ ٥

یقیناً ہم تجھ پر بہت بھاری بات عنقریب نازل کریں گے۔ [۶] (۵)

ٹھیک پہنچا دیے ہیں یا فرشتوں نے پیغمبروں تک وحی پہنچا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اگرچہ پہلے ہی سے ہر چیز کا علم ہے لیکن ایسے موقعوں پر اللہ کے جاننے کا مطلب اس کے تحقق کا عام مشاہدہ ہے، جیسے ﴿ لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ ﴾ (البقرة، ۱۴۳) اور ﴿ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴾ (سورۃ العنکبوت) وغیرہ آیات میں ہے۔ (ابن کثیر)

(۱) فرشتوں کے پاس کی یا پیغمبروں کے پاس کی۔

(۲) کیوں کہ وہی عالم الغیب ہے، جو ہو چکا اور جو آئندہ ہو گا، سب کا اس نے شمار کر رکھا ہے۔ یعنی اس کے علم میں ہے۔

(۳) جس وقت ان آیات کا نزول ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، اللہ نے آپ کی اسی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے خطاب فرمایا، مطلب ہے کہ اب چادر چھوڑ دیں اور رات کو تھوڑا قیام کریں یعنی نماز تہجد پڑھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی بنا پر نماز تہجد آپ کے لیے واجب تھی۔ (ابن کثیر)

(۴) یہ قَلِيْلًا سے بدل ہے، یعنی یہ قیام نصف رات سے کچھ کم (ثلث) یا کچھ زیادہ (دو ثلث) ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵) چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ آپ کی قراءت ترتیل کے ساتھ ہی ہوتی تھی اور آپ نے اپنی امت کو بھی ترتیل کے ساتھ، یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی تلقین کی ہے۔

(۶) رات کا قیام چوں کہ نفس انسانی کے لیے بالعموم گراں ہے، اس لیے یہ جملہ معترضہ کے طور پر فرمایا کہ ہم اس سے

إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْـًٔا وَأَقْوَمُ قِيلًا ﴿٦﴾

بیشک رات کا اٹھنا دل جمعی کے لیے انتہائی مناسب ہے[1] اور بات کو بہت درست کر دینے والا ہے۔[2] (۶)

إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ﴿٧﴾

یقیناً تجھے دن میں بہت شغل رہتا ہے۔[3] (۷)

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾

تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کر اور تمام خلائق سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا۔[4] (۸)

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿٩﴾

مشرق و مغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں‘ تو اسی کو اپنا کارساز بنا لے۔(۹)

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿١٠﴾

اور جو کچھ وہ کہیں تو سہتا رہ اور وضعداری کے ساتھ ان سے الگ تھلگ رہ۔(۱۰)

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾

اور مجھے اور ان جھٹلانے والے آسودہ حال لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں ذرا سی مہلت دے۔(۱۱)

بھی بھاری بات تجھ پر نازل کریں گے‘ یعنی قرآن‘ جس کے احکام و فرائض پر عمل‘ اس کے حدود کی پابندی اور اس کی تبلیغ و دعوت‘ ایک بھاری اور جاں گسل عمل ہے۔ بعض نے ثقالت (بھاری پن) سے وہ بوجھ مراد لیا ہے جو وحی کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتا تھا جس سے سخت سردی میں بھی آپ پسینے سے شرابور ہو جاتے۔ (ابن کثیر)

(۱) اس کا دوسرا مفہوم ہے کہ رات کی تنہائیوں میں کان معانی قرآن کے فہم میں دل کے ساتھ زیادہ موافقت کرتے ہیں جو ایک نمازی تہجد میں پڑھتا ہے۔

(۲) دوسرا مفہوم ہے کہ دن کے مقابلے میں رات کو قرآن زیادہ واضح اور حضور قلب کے لیے زیادہ موثر ہے‘ اس لیے کہ اس وقت دوسری آوازیں خاموش ہوتی ہیں۔ فضا میں سکون غالب ہوتا ہے اس وقت نمازی جو پڑھتا ہے وہ آوازوں کے شور اور دنیا کے ہنگاموں کی نذر نہیں ہوتا بلکہ نمازی اس سے خوب محظوظ ہوتا اور اس کی اثر آفرینی کو محسوس کرتا ہے۔

(۳) سَبْحٌ کے معنی ہیں اَلْجَرْیُ وَالدَّوَرَانُ (چلنا اور گھومنا پھرنا) یعنی دن کے وقت دنیاوی مصروفیتوں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ پہلی بات ہی کی تائید ہے۔ یعنی رات کو نماز اور تلاوت زیادہ مفید اور موثر ہے۔ یعنی اس پر مداومت کر‘ دن ہو یا رات‘ اللہ کی تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل کرتا رہ۔

(۴) تَبَتُّلٌ کے معنی اِنْقِطَاعٌ اور علیحدگی کے ہیں‘ یعنی اللہ کی عبادت اور اس سے دعا و مناجات کے لیے یکسو اور ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو جانا۔ یہ رہبانیت سے مختلف چیز ہے۔ رہبانیت تو تجرد اور ترک دنیا ہے۔ جو اسلام میں ناپسندیدہ چیز ہے۔ اور تَبَتُّلٌ کا مطلب ہے امور دنیا کی ادائیگی کے ساتھ عبادت میں اشتغال‘ خشوع‘ خضوع اور اللہ کی طرف یکسوئی۔ یہ محمود و مطلوب ہے۔

إِنَّ لَدَيْنَآ أَنكَالًا وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾

یقیناً ہمارے ہاں سخت بیڑیاں ہیں اور سلگتی ہوئی جہنم ہے۔ (۱۲)

وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾

اور حلق میں اٹکنے والا کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب ہے۔[1] (۱۳)

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾

جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھرا جائیں گے اور پہاڑ مثل بھربھری ریت کے ٹیلوں کے ہو جائیں گے۔[2] (۱۴)

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾

بیشک ہم نے تمہاری طرف بھی تم پر گواہی دینے والا[3] رسول بھیج دیا ہے جیسے کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا۔ (۱۵)

فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾

تو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سخت (وبال کی) پکڑ میں پکڑ لیا۔[4] (۱۶)

فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿١٧﴾

تم اگر کافر رہے تو اس دن کیسے پناہ پاؤ گے جو دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔[5] (۱۷)

---

(۱) أَنْكَالٌ، نِكْلٌ کی جمع ہے' قیود (بیڑیاں) اور بعض نے أَغْلاَلٌ کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی طوق۔ جَحِیمًا 'بھڑکتی آگ۔ ذَا غُصَّةٍ حلق میں اٹک جانے والا' نہ حلق سے نیچے اترے اور نہ باہر نکلے۔ یہ زَقُّومٌ یا ضَرِیعٌ کا کھانا ہو گا۔ ضَرِیعٌ ایک کانٹے دار جھاڑی ہے جو سخت بدبودار اور زہریلی ہوتی ہے۔

(۲) یعنی یہ عذاب اس دن ہو گا' جس دن زمین اور پہاڑ بھونچال سے تہ وبالا ہو جائیں گے اور بڑے بڑے پر ہیبت پہاڑ ریت کے ٹیلوں کی طرح بے حیثیت ہو جائیں گے۔ کَثِیْبٌ ریت کا ٹیلہ' مَھِیلاً بھربھری' پیروں کے نیچے سے نکل جانے والی ریت۔

(۳) جو قیامت والے دن تمہارے اعمال کی گواہی دے گا۔

(۴) اس میں اہل مکہ کو تنبیہ ہے کہ تمہارا حشر بھی وہی ہو سکتا ہے جو فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی وجہ سے ہوا۔

(۵) شِیبٌ، أَشْیَبُ کی جمع ہے' قیامت والے دن' قیامت کی ہولناکی سے فی الواقع بچے بوڑھے ہو جائیں گے یا تمثیل کے طور پر ایسا کہا گیا ہے۔

حدیث میں بھی آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ آدم علیہ السلام کو کہے گا کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کے لیے نکال لے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے' یا اللہ کس طرح؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' ہر ہزار میں سے ۹۹۹۔ اس وقت حمل والی عورتوں کا حمل گر جائے گا اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت شاق گزری اور ان کے چہرے فق ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم یاجوج و ماجوج میں ۹۹۹ ہوں گے اور تم سے ایک'... اللہ کی رحمت سے

إِلسَّمَآءُ مُنفَطِرٌۢ بِهِۦ ۚ كَانَ وَعْدُهُۥ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾

جس دن آسمان پھٹ جائے گا[1] اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہو کر ہی رہنے والا ہے۔[2] (۱۸)

إِنَّ هَٰذِهِۦ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَآءَ ٱتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ سَبِيلًا ﴿١٩﴾

بیشک یہ نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے۔ (۱۹)

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَىِ ٱلَّيْلِ وَنِصْفَهُۥ وَثُلُثَهُۥ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَٱللَّهُ يُقَدِّرُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَٱقْرَءُوا۟ مَا تَيَسَّرَ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَءَاخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِى ٱلْأَرْضِ

آپ کا رب بخوبی جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ کے لوگوں کی ایک جماعت قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے تہجد پڑھتی ہے[3] اور رات دن کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہی ہے،[4] وہ (خوب) جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نہ نبھا سکو گے[5] پس اس نے تم پر مہربانی کی[6] لہٰذا جتنا قرآن

مجھے امید ہے کہ تمام جنتیوں میں سے آدھا تم ہم لوگ ہو گے۔ الحدیث (البخاری تفسیر سورۃ الحج)

(۱) یہ یوم کی دوسری صفت ہے۔ اس دن ہولناکی سے آسمان پھٹ جائے گا۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بعث بعد الموت، حساب کتاب اور جنت دوزخ کا وعدہ کیا ہوا ہے، یہ یقیناً لامحالہ ہو کر رہنا ہے۔

(۳) جب سورت کے آغاز میں نصف رات یا اس سے کم یا زیادہ، قیام کا حکم دیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت رات کو قیام کرتی، کبھی دو تہائی سے کم، کبھی نصف رات اور کبھی ثلث (ایک تہائی حصہ) جیسا کہ یہاں ذکر ہے۔ لیکن ایک تو رات کا یہ مستقل قیام نہایت گراں تھا۔ دوسرے وقت کا یہ اندازہ نصف رات یا ثلث یا دو ثلث حصہ قیام کرنا ہے، اس سے بھی زیادہ مشکل تر تھا۔ اس لیے اللہ نے اس آیت میں تخفیف کا حکم نازل فرما دیا جس کا مطلب بعض کے نزدیک ترک قیام کی اجازت ہے اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اس کے فرض کو استحباب میں بدل دیا گیا۔ اب یہ نہ امت کے لیے فرض ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ تخفیف صرف امت کے لیے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کا پڑھنا ضروری تھا۔

(۴) یعنی اللہ تعالیٰ تو رات کی گھڑیاں گن سکتا ہے کہ کتنی گزر گئی ہیں اور کتنی باقی ہیں؟ تمہارے لیے یہ اندازہ ناممکن ہے۔

(۵) جب تمہارے لیے رات کے گزرنے کا صحیح اندازہ ممکن ہی نہیں، تو تم مقررہ اوقات تک نماز تہجد میں مشغول بھی کس طرح رہ سکتے ہو؟

(۶) یعنی اللہ نے قیام اللیل کے حکم کو منسوخ کر دیا اور اب صرف اس کا استحباب باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ بھی وقت کی پابندی کے بغیر۔ نصف شب، یا ثلث شب یا دو ثلث کی پابندی بھی ضروری نہیں۔ اگر تم تھوڑا سا وقت صرف کر کے دو رکعت بھی پڑھ لو گے تو عنداللہ قیام اللیل کے اجر کے مستحق قرار پاؤ گے۔ تاہم اگر کوئی شخص ۸ رکعات تہجد کا

يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا

پڑھنا تمہارے لئے آسان ہو اتنا ہی پڑھو،[۱] وہ جانتا ہے کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوں گے، بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کا فضل (یعنی روزی بھی) تلاش کریں گے[۲] اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی

اہتمام کرے گا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا، تو یہ زیادہ بہتر ہو گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع قرار پائے گا۔

(۱) فَاقْرَأُوْا کا مطلب ہے فَصَلُّوا، اور قرآن سے مراد الصَّلٰوۃَ ہے۔ قیام اللیل میں چوں کہ قیام لمبا ہوتا ہے اور قرآن زیادہ پڑھا جاتا ہے اس لیے نماز تہجد کو ہی قرآن سے تعبیر کر دیا گیا ہے جیسے نماز میں سورۂ فاتحہ نہایت ضروری ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں، جو سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے، سورۂ فاتحہ کو نماز سے تعبیر فرمایا ہے، قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ. اَلْحَدِيْث۔ اس لیے "جتنا قرآن پڑھنا آسان ہو پڑھ لو" کا مطلب ہے۔ رات کو جتنی نماز پڑھ سکتے ہو، پڑھ لو۔ اس کے لیے نہ وقت کی پابندی ہے اور نہ رکعات کی۔ اس آیت سے بعض لوگ استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنی ضروری نہیں ہے جتنا کسی کے لیے آسان ہو، پڑھ لے، اگر کوئی ایک آیت بھی کہیں سے پڑھ لے گا تو نماز ہو جائے گی۔ لیکن اول تو یہاں قراءت بمعنی نماز ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اس لیے آیت کا تعلق اس بات سے نہیں ہے کہ نماز میں کتنی قراءت ضروری ہے؟ دوسرے، اگر اس کا تعلق قراءت سے ہی مان لیا جائے، تب بھی یہ استدلال اپنے اندر کوئی قوت نہیں رکھتا۔ کیوں کہ مَا تَيَسَّرَ کی تفسیر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی ہے کہ وہ کم سے کم قراءت، جس کے بغیر نماز نہیں ہو گی وہ سورۂ فاتحہ ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ ضرور پڑھو جیسا کہ صحیح اور نہایت قوی اور واضح احادیث میں یہ حکم ہے۔ اس تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہ کہنا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ ضروری نہیں، بلکہ کوئی سی بھی ایک آیت پڑھ لو، نماز ہو جائے گی۔ بڑی جسارت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بے اعتنائی کا مظاہرہ ہے۔ نیز ائمہ کے اَقوال کے بھی خلاف ہے جو انہوں نے اصول فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ترک فاتحہ خلف الامام پر استدلال جائز نہیں، اس لیے کہ دو آیتیں متعارض ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص جہری نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو بعض اَحادیث کی رو سے بعض اَئمہ نے اسے جائز کہا ہے اور بعض نے نہ پڑھنے ہی کو ترجیح دی ہے۔ (تفصیل کے لیے فرضیت فاتحہ خلف الامام پر تحریر کردہ کتب ملاحظہ فرمائیں)

(۲) یعنی تجارت اور کاروبار کے لیے سفر کرنا اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا پڑے گا۔

لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۰

کریں گے'(۱) سو تم بہ آسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو(۲) اور نماز کی پابندی رکھو(۳) اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو۔(۴) اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر سے بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے(۵) اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(۲۰)

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ

سورۂ مدثر مکی ہے اور اس میں چھپن آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱

اے کپڑا اوڑھنے والے۔(۶) (۱)

---

(۱) اسی طرح جہاد میں بھی پر مشقت سفر اور مشقیں کرنی پڑتی ہیں۔ اور یہ تینوں چیزیں۔ بیماری' سفر اور جہاد۔ نوبت بہ نوبت ہر ایک کو لاحق ہوتی ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے قیام اللیل کے حکم میں تخفیف کر دی ہے۔ کیوں کہ تینوں حالتوں میں یہ نہایت مشکل اور بڑا صبر آزما کام ہے۔

(۲) اسباب تخفیف کے ساتھ تخفیف کا یہ حکم دوبارہ بطور تاکید بیان کر دیا ہے۔

(۳) یعنی پانچ نمازوں کی جو فرض ہیں۔

(۴) یعنی اللہ کی راہ میں حسب ضرورت و توفیق خرچ کرو' اسے قرض حسن سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں سات سو گنا بلکہ اس سے زیادہ تک اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

(۵) یعنی نفلی نمازیں' صدقات و خیرات اور دیگر نیکیاں جو بھی کرو گے' اللہ کے ہاں ان کا بہترین اجر پاؤ گے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت نمبر ۲۰ مدینے میں نازل ہوئی ہے' اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اس کا نصف حصہ مکی اور نصف مدنی ہے۔(ایسر التفاسیر)

(۶) سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی وہ ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ﴾ ہے اس کے بعد وحی میں وقفہ ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سخت مضطرب اور پریشان رہتے۔ ایک روز اچانک پھر وہی فرشتہ' جو غار حرا میں پہلی مرتبہ وحی لے کر آیا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے' جس سے آپ پر ایک خوف ساطاری ہو گیا اور گھر جا کر گھر والوں سے کہا کہ مجھے کوئی کپڑا اوڑھا دو' مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے جسم پر ایک کپڑا ڈال دیا' اسی حالت میں یہ وحی نازل ہوئی۔(صحیح البخاری و مسلم' سورۃ المدثر و کتاب الإیمان) اس اعتبار سے